بیادِ امام اہلسنت مجدد وقت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سہ ماہی

افکارِ رضا

بمبئی

امام احمد رضا پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ بریلوی فرقے کے بانی ہیں... اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "بریلوی" کوئی فرقہ نہیں بلکہ سوادِ اعظم اہلسنت کے مسلک قدیم کو عرفِ عام میں "بریلویت" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عرف بھی ہند و پاک میں محدود ہے۔ اصل میں امام احمد رضا اور اس مسلک قدیم کے مخالفین نے اس کو "بریلویت" کے نام سے یاد کیا ہے اور بقول ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی یہ نام علماء دیوبند کا دیا ہوا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

تحریکِ فکرِ رضا
۱۹۷، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ
بمبئی ۸ ۔ ۴۰۰۰۰۸

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

سہ ماہی
افکارِ رضا
ممبئی

جلد ۳ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۷ء (۱۰) جمادی الآخر تا شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ شمارہ ۴

امام احمد رضا
اور
فنِ تاریخ گوئی

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

استاذ شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

Correspondence Address : رابطہ کا پتہ:

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008 (INDIA)

D.T.P by **Diamond Graphics** : 7/Habib Mansion, 18/A Gr Floor, 2nd Sankli Street, Madanpura, Mumbai - 400 008 Tel : 305 24 01

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

چودھویں صدی کے عالم اسلام میں امام احمد رضا خاں کی شخصیت منفرد اور نمایاں
ہے۔ ایسی ہی نابغۂ روزگار شخصیتیں ان کی صف میں کھڑی ہو سکتی ہیں اگر کسی کو کسی فن میں
ان کے ساتھ ہمسری کا شرف ہے تو کسی اور وجہ سے۔ وہ شخصیتیں ان کمالات سے عاری ہوتی ہیں
جن میں انہیں تفوق حاصل ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ معتقدین کے علاوہ مخالفین نے
بھی ان کی صلاحیت، علم و ذہانت، علمی تبحر اور دینی تصلب کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔
ظاہر ہے کہ جس کی زندگی کا ہر لمحہ خدمتِ دین میں گذرا ہو اس کی روحانی، اعتقادی
اور دینی حیثیت کا کیا کہنا۔ یوں کہ ایسے شخص کو فراموش کیا جا سکتا ہے۔ یہ الگ بات
ہے کہ تعصب میں مورخین کچھ سے کچھ لکھ دیں اور حقائق سے انحراف کرتے ہوئے
شایانِ شان ان کی عظمت و جلالت قدر کا اظہار نہ کریں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جدید
تاریخ کے دور میں سوائے چند امور میں ان سے اختلاف رکھتے تھے جب کا قلم منصفانہ نہ
چلتے گیا ہے کیا لکھ ڈالا جس کی وجہ سے بعض اہل علم تک ان کی شخصیت مشتبہ ہو کر
رہ گئی۔ اس قول کی تائید اور اس دعوی کی دلیل میں مولانا عبد الحی رائے بریلوی کی
"نزہۃ الخواطر" پیش کی جا سکتی ہے۔ (۱) اس کتاب میں ان کا تذکرہ کم تنقید زیادہ ہے۔ جو
مصنف و مؤرخ کی تنگ نظری اور بے جا تعصب کی کھلی دلیل ہے۔

یہ مسلم ہے کہ جو جتنا بڑا ہوتا ہے اس کے مخالفین بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔
امام احمد رضا خاں کتنے بڑے تھے اس کا اندازہ مشکل ہی سے لگایا جا سکتا ہے ان کی عظمت
سمجھنے کے لئے معاصرین کی رایوں اور ان کے افکار و خیالات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

ہر شعبۂ معرفت میں اتنا عبور حاصل کریں کہ ان سے براہِ راست ان کی بہتر ترتیب کی۔ اور یہ دلیل ہو سکتی ہے کہ پچاس علوم میں انھیں مہارت حاصل تھی اور پھر ان فنون میں چھوٹی بڑی ایک ہزار کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں بعض بعض کتابیں ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ (۲) فقہ میں تو انھیں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ڈاکٹر اقبال۔ مفتی کفایت اللہ اور مولانا عبدالحی رائے بریلوی ان کی فقاہت کے دل سے معترف تھے (۳) عالمِ اسلام میں علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کے بعد شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اس قدر علوم و فنون میں دستگاہ رکھتا ہو (۴) یہ اسی علمی تبحر کا نتیجہ تھا کہ وہ عرب جو اپنے سامنے عجمیوں کو گونگا سمجھتے ہیں انھوں نے مولانا احمد رضا خاں کی علمی جلالت کا اعتراف کیا، مدح سرائی کی اور اجازت سے نوازا۔ ایسے لوگوں میں امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (متوفی ۱۳۰۲ھ) شیخ محمد عابد بن حسین ابادی امام مسجد حرام مفتی مکہ مکرمہ، شیخ موسیٰ علی شامی ازہری مدنی کو شمار کیا جا سکتا ہے ان میں تو بعض حضرات نے ان کو امام الائمہ اور "مجدد الامت" جیسے گراں قدر القاب سے سراہا ہے۔ (۵)

امام احمد رضا نے کس کس سے تعلیم حاصل کی کہ ان کی شہرت بلاد عرب تک پھیل گئی۔ اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ ابتدائی تعلیم انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں (متوفی ۱۲۹۷ھ) اور عالی جناب مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل کی۔ انھیں خداداد ذہانت اور قوت حافظہ حاصل تھا کہ علوم متداولہ میں دسترس حاصل کرنے کے علاوہ ان فنون میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے جس کی اور لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگی۔ شاید اسی وجہ سے انھیں بعض امور میں امام ابو حنیفہ اور امام غزالی جیسے مشاہیر کی صف میں کھڑا کیا گیا ہے۔ تہذیب الاخلاق علی گڑھ میں ہے۔

"ایسے بہت کم لوگ ملیں گے جنھیں دینی علوم کے علاوہ ہر قسم کے دنیوی علوم میں بھی دستگاہ حاصل تھی اس دور کے نظامِ تعلیم نے بڑے بڑے فقیہ، متکلم محدث اس صدی کے محقق، ادیب اور سیاست دان پیدا کیے۔ انھیں میں سے امام

ابو حنیفہ، امام غزالی، ابن سینا، البیرونی، ابن خلدون، امام احمد سرہندی، ابو الفضل
فیضی اور فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں جیسے مشاہیر بھی ہیں۔ (۴)

ظاہر ہے کہ ایسے لوگ صدیوں میں جنم لیتے ہیں اور اپنے کردار و عمل سے اس صدی کی عزت و آبرو قرار پاتے ہیں اور اس صدی کا انتساب بھی انہیں کی طرف ہونے لگتا ہے جس طرح عصر المامون، عصر الجاحظ اور فرانس کی اٹھارویں صدی عیسوی کا زمانہ "والٹیر" کے کارناموں سے منسوب ہو کر مشہور ہو گیا تھا (۵)

مولانا احمد رضا خاں نصف صدی سے زائد ہمارے درمیان رہے اور گوشہ تنہائی میں ہوتے ہوئے عالم اسلام پر چھائے رہے۔ ۱۹۲۱ء سے بظاہر ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر عالم اسلام کے ہر طبقہ پر سے دلوں میں انمٹ نقوش کی طرح ثبت ہیں۔ علوم و فنون کا کون سا ایسا شعبہ ہے جس میں ان کی مہارت مسلم نہ رہی ہو۔ قرآن و احادیث کی مشکل عبارتوں کی توضیح کے ساتھ آج باقی علوم یعنی موجودہ سائنس کی پیچیدہ گتھیوں کو بھی سلجھایا کرتے تھے۔ زیادہ وقت تو درس و تدریس اور اوراد و اشغال میں گزر جاتا مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے سب کچھ کر دکھایا۔

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا احمد رضا خاں شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور اس میں طرح طرح کی جدتیں کیا کرتے۔ نئی نئی تشبیہات میں بڑی خوش اسلوبی سے دل کی بات کہہ جاتے۔ یہی حال فن تاریخ گوئی اور دوسرے فنون کے ساتھ بھی تھا۔ قربان جائیے ان کی کاوشوں فتووں اور علمی تحریروں پر ایک طرف تو عالم ربانی کے سیم اقدس سنبھالے "العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ" کی ایک ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ۱۲ ضخیم جلدیں قوم کو دیں تو دوسری طرف سائنس اور منطقی علوم کے ان باطل نظریات کی تردید کی جو قرآن و احادیث سے دست و گریباں نظر آتے تھے۔ ان کے پہلو شخصیت کا معیار علمی بصیرت پر تھا بڑے بڑے مفکروں کی تحدیدات بیانی یا خلاف واقعہ کوئی بات کہتے تو

وہ یوں ہی برجستہ ارشاد کرتے اور پھر کلام عربی سے بے ساختہ خوب اپنے کلام کی تائید کرتے۔ شعر و سخن میں انھوں نے جو نادر خیالات اور اچھوتے استعارات کہے ہیں اردو کے ان شعراء کے یہاں بھی وہ بات نہیں پائی جاتی جنھیں اردو ادب کا معمار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی لئے ایک انصاف پسند مورخ نے لکھا ہے۔

”مولانا احمد رضا خاں کو اردو ادب میں مقام نہ دینا ان کے ساتھ اور اردو کے ساتھ ناانصافی ہے۔“ (۸)

کیا کیجئے تعصب و تنگ نظری کے شکار صرف مولانا احمد رضا خاں ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو ان سے کسی طرح وابستہ رہے۔ میرا اپنا تو خیال یہ ہے کہ اردو ادب ہی کیا، کس فن میں ان کو ان کا جائز مقام ملا۔ ان کی نحوی تو کسی کی کوئی مثال ہے؟ آج باقی علوم میں ان کی کوئی نظیر ہے؟ عربی ادب میں ان کا کوئی جواب ہے۔ معقولات میں ان کی کوئی مثال ہے۔ ہندوستان میں کون ایسا شخص ہے جس کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات ہیں، کیا کیا جائے، کس سے کہا جائے، کس کا شکوہ کیا جائے کس کس کا دامن تھاما جائے۔

ایک دل ہی نہیں جسم ہے سارا گھائل　　درد بے جسم سے بے چارہ کہاں سے اٹھے

فاضل بریلوی ان تمام علمی خوبیوں کے باوجود اگر ساری مسائل میں بھی جیتے جاگتے پیکر نظر آتے تھے۔ علماء و سادات کا احترام، مردم شناسی، بچوں سے پیار، محبت، عام لوگوں کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ، کبھی کسی معاملے میں کسی کو شکایت کا موقع نہ ملا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس طرح دھیان دیتے کہ بس آج کل تو افضل و اعلیٰ مستحبات کو بھی واجب سے کم نہ سمجھتے۔ آج کل قوم و ملت کے سربراہان جن چھوٹی باتوں سے غفلت برتتے ہیں، وہ ان کے یہاں معمول میں داخل تھا۔ ”محمد“ لکھتے تو ”صلی اللہ علیہ وسلم“ ضرور لکھتے۔ سوتے وقت جسم کو لفظ محمد کی شکل بنا لیتے نہ کبھی قبلہ کی طرف پاؤں کرتے اور نہ کبھی اس کی طرف رخ کر کے تھوکتے۔ جوتی پہنتے وقت داہنے میں پہلے انگلی ڈالتے، آواز سے ہمیشہ دو زانو بیٹھا کرتے، اسے نہ بیٹھتے کیا جاتا

کیا جائے۔ یہ واقعاتی جان فدا ہیں۔ جس قدر بھی کسی نے جو کہا ہو بھی نہ قرآن کی تحسین ہو بلکہ یہاں سے سوا یہ حقیقت تو یہ ہے۔

"جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود"

تاریخ گوئی:

تاریخ گوئی ایک بہت ہی مشکل فن ہے اس فن کا ریاضی سے بڑا گہرا رابطہ ہے اس میں کمال حاصل کرنے کیلئے ریاضی سے گہری دلچسپی بہت ضروری ہے۔ اس فن کے ماہرین کی فہرست طویل تو نہیں مگر مختصر ضرور مل جاتی ہے۔ شعراء اور ادباء کے یہاں اس فن کو خصوصی اہتمام کے ساتھ برتا گیا ہے۔ اس فن کا تعلق صرف کسی ایک زبان سے نہیں بلکہ عربی، اردو، فارسی، ہندی اور سنسکرت سے بھی ہے۔ انگریزی زبان میں بھی تاریخ گوئی کا ثبوت ملتا ہے۔ زیر نظر مقالے میں ہر زبان میں تاریخ گوئی کا جائزہ مقصود نہیں صرف اور صرف امام احمد رضا کی اردو، عربی، فارسی زبان میں تاریخ گوئی کی مجموعی صلاحیت کا اظہار ہے۔

جن لوگوں کو فن تاریخ گوئی میں درک حاصل تھا ان کے واسطے سے کتب تاریخ کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی فن کے آدمی تھے بلکہ وہ اپنی صلاحیتیں بھی صرف اسی فن میں صرف کرتے تھے۔ جس کے سبب انہیں اس فن کا ماہر تسلیم کیا گیا۔ وہ لوگ جنہوں نے اس فن میں کمال حاصل کیا اور اپنی یادگار چھوڑیں ان میں صاحب "میزان التاریخ" مرزا اوج لکھنوی، صاحب "تکملۂ تاریخ" جلال لکھنوی، منشی انوار حسین اور "عرائف الجمل" کے مصنف عزیز جنگ ولا کا نام خاص طور سے لیا جا سکتا ہے۔

اردو شعراء کو اس فن سے کافی دلچسپی رہی ہے اکثر بڑے شعراء کے یہاں اس فن سے شغف اور تعلق خاطر کا ثبوت ملتا ہے۔ ناسخ، مومن اور انشاء تو اپنے تاریخ گوئی کے گلدستے ہیں جن کی مثال تاریخ کی کتابوں میں اصحوفے سے مل جاتی ہے۔ ناسخ کے

دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آٹھوں پہر اسی فن میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے۔ بات
بات میں تاریخ کہنا تاریخ گوئی کا کمال سمجھا جاتا تھا۔ مومن بھی اس فن میں کچھ کم اہمیت کے
حامل نہیں ہیں۔ یہی حال محمد ابراہیم ذوق کا بھی تھا۔

تاریخ گوئی کا فن دقت طلب ہونے کے ساتھ ساتھ وقت طلب بھی ہے۔
بعض ہستیوں کی تاریخ نکالنے کیلئے یہ تو لازمی ہے کہ اس کی ذات، حسب و صفات حتی کہ
عربی، اردو، فارسی کوئی زبان ہو سب میں ماہروں میں اپنی علمیت و بصیرت کے ساتھ ساتھ موقع
اور موقع و محل کی مناسبت سے تاریخ نکال دیتے تھے۔ بعض وقت تو ایسا بھی ہوا ہے کہ
اشعار کہہ گئے یا کوئی جملہ فرمایا جب اس کے اعداد نکالے گئے تو واقعہ کے مطابق نکلے اور
فن مطلوب حاصل ہو گیا۔ یہ ممکن ہے کہ بعض قارئین تو آپ قلم سے نکلے ہوئے چند
جملے صاحب تذکرہ کے بارے میں عقیدت پر محمول کریں اور ہو سکتا ہے عقیدت مندی کا
عیب بتائیں مگر در اصل ایسا نہیں اس مختصر مقالے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں سر مو
حقیقت سے انحراف نہیں ہے۔ جو کچھ کہا گیا ہے سچ کہا گیا ہے۔ سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہا
گیا ہے۔

فن تاریخ گوئی میں کسی کا کمال پرکھنے کیلئے کم از کم اس فن کی مبادیات پر نظر رہنی
ضروری ہے۔ کسی فن میں مہارت کا انحصار اس فن میں کچھ معلومات اور وابستگی کے بغیر
ممکن نہیں۔ اسی اصول کے پیش نظر ذیل میں فن تاریخ گوئی کی مختصر تعریف اور اس
کے مبادیات پر کچھ روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

فن تاریخ گوئی کی تعریف :

اصحاب لغت نے فن تاریخ گوئی کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن کا خلاصہ اس فن کی
تعریف نہ ہو سکی جس سے اس فن کے تمام معانی ابھر کر سامنے آ جائیں۔ اس کی وجہ یہ
ہو سکتی ہے کہ شاید انہیں اس فن پر کامل عبور نہ تھا۔(۹) صاحب سبحۃ المرجان لکھتے
ہیں:

"تاریخ ایسے فن کا نام ہے جس سے منظوم سال ہجری کی مدد نکلے ۔ تاریخ کو فن جمل کے قاعدے سے بیان کرے ۔ یہ فن ادیبوں کی نظر میں ایک مستحسن اور ظریفوں کی نگاہ میں ایک دلچسپ ہے ۔ عرب مورخین کے یہاں اس فن کی طرف سے بے اعتنائی پائی جاتی ہے ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کا شمار فن بدیع میں نہیں ہوا اور فن بدیع کے ماہرین میں کسی نے اس فن کو ہاتھ نہیں لگایا حالانکہ یہ صنعت ذکر کرنے کے قابل تھی ۔ اس کے برخلاف فارسی کے ادیبوں نے اس فن کی طرف بھرپور توجہ کی ہے اور اس کا مکمل حق ادا کر دکھایا ہے (۱۰)

اس طرح ارباب فکر و نظر نے متعدد تعریفیں کی ہیں لیکن وہ تعریف جو مجھے زیادہ پسند آئی وہ یہ ہے ۔

"تاریخ اس حرف یا الفاظ کا نام ہے جن کے اعداد و حروف سے سنہ مطلوب حاصل ہو یا محض ان الفاظ سے سنہ یا دیگر امور واضح ہوں ۔

۱۔ سنہ مطلوب یا

۲۔ سنہ مطلوب مع تاریخ ماہ یا

۳۔ سنہ مطلوب مع تاریخ ماہ و روز ۔ یا

۴۔ سنہ مطلوب مع تاریخ ماہ و روز و وقت ۔"

فن تاریخ گوئی کی اس تعریف کی روشنی میں دیکھا جائے کہ کیا اس فن کا شمار صنائع و بدائع میں ہے یا نہیں تو صاحب سبحة المرجان کے قول کی روشنی میں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شمار صنائع و بدائع میں نہیں ہے ۔ اس پر انہوں نے اظہار تعجب بھی کیا ہے مگر در حقیقت یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ جب واضع لغت نے ہر ایک حرف کا عدد مقرر کر دیا ہے تو ان حروف کے مجموعے سے کسی سنہ کا علم حاصل کرنا کوئی ندرت ہے شاید یہی وجہ ہے کہ اہل عرب نے اس فن کو در خور اعتنا نہیں سمجھا ۔

جمل

اردو ادب اور شعور میں جمل کا لفظ آیا ہے یہ جمل در حقیقت ایک فن ہے جس سے فن تاریخ گوئی کا تعلق ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی حروف تہجی و اعداد کے مطابق میں قائم کرنے کے ہیں جیسے "الف" مساوی ہے ایک کے اور "ب" برابر ہے ۲ کے۔

یہ فن دور جدید کی پیداوار نہیں بلکہ صدیوں پرانا ہے اور ارباب ذوق و شوق کیلئے تحقیق طلب بات ہے۔ معدن الجواہر کے مصنف کے قول کے مطابق یہ فن عربوں میں قبل اسلام موجود تھا۔ کتب سیر و احادیث میں اس فن کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ قاضی بیضاوی نیز دوسرے مفسرین نے سورہ بقرہ کے حروف مقطعات کی تفسیر میں فرمایا کہ علمائے یہود نے سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعداد سنین کو حروف مقطعات کے اعداد کے مطابق فرما کر جواب دیا۔(۱)

شیخ شہاب الدین احمد خفاجی (متوفی ۱۰۶۹ھ) حاشیہ تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں۔

"وقيل انه معروف فى اللغات القديمة كالعبرانية وهو كثير فى التوراة كما فى رسالة فضائح اليهود للغزالى"

حساب جمل کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ قدیم زبانوں کا مشہور فن ہے اور توریت میں کثرت سے مستعمل ہے جیسا کہ امام غزالی نے اپنی کتاب فضائح الیہود میں ذکر کیا ہے۔

اسی امر کو محقق علامہ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے اس فن کی قدامت کا اعتراف کیا ہے فرماتے ہیں۔

"دلالة هذه الحروف على تلك الأعداد ليست طبيعية ولا عقلية وانما هى بالتواضع والاصطلاح الذى يسمونه حساب الجمل نعم انه قديم مشهور (۲)"

حروف کی دلالت اعداد پر نہ طبعی ہے نہ عقلی بلکہ یہ دلالت وضعی اور اصطلاحی ہے جس کا

اصطلاح کی وجہ حساب جمل ہے بے شک یہ قدیم اور مشہور اصطلاح ہے۔

میر غلام علی آزاد (المتوفی ۱۲۰۰ھ) نے اس فن کا اتنا قدیم سمجھا کہ اس کے واضعین کے بارے میں انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"ما وقفت علی من وضع قاعدۃ الجمل وقرر حروف الھجاء بازاء الاعداد"

مجھے اس کا علم نہیں کہ قاعدہ جمل کا واضع کون ہے اور کس نے حروف تہجی کے مقابلے میں اعداد کو قائم کیا ہے"(۳)

علامہ شیخ احمد بن علی البونی (المتوفی ۶۲۲ھ) شمس المعارف میں بحوالہ الموقوف کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"اول کتاب انزل علی آدم علیہ السلام حروف المعجم"۔(۴)

پہلی کتاب جو آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ حروف معجم ہیں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حروف معجم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: اب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض

ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ لا ی"۔

واضع جمل نے ابجد ہوز کی ترتیب سے ۲۸ حروف تہجی پر ایک حرف کیلئے ایک خاص عدد مقرر کیا ہے۔ اعداد کی ترتیب میں پہلا درجہ آحاد یعنی اکائیوں اور دوسرا درجہ عشرات یعنی دہائیوں اور تیسرا درجہ مآت یعنی سینکڑوں اور چوتھا درجہ الف یعنی ہزار کا ہے ہزار کیلئے صرف ایک ہی حرف ہے اس لئے کہ مجموعی تعداد میں حروف کی گنجائش اسی قدر تھی۔

جمل کے ماہرین نے ۲۸ حروف تہجی میں سے ۹ حروف کو آحاد کیلئے، ۹ حروف کو عشرات کیلئے اور ۹ کو مآت کیلئے، ایک حرف کو الف کیلئے خاص کیا ہے۔ ذیل میں اس کا نقشہ دیا جا رہا ہے۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹

ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰

غ
۱۰۰۰

صاحب معدن الجواہر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جمل کی غرض سے حروف تہجی کی ترتیب کیلئے چند الفاظ موضوع ہیں۔ متقدمین میں بعض نے ان الفاظ کو ابجدیہ کہا ہے اور بعض اس فن کو ابو جاد اور ابجد کہتے ہیں۔ ابجد دو طرح کے ہیں ایک ابجد قمری اور دوسرا ابجد آدم۔ جو ابجد رائج ہے وہ ابجد قمری ہے۔ ابجد آدم اس سے قدرے مختلف اور غیر مستعمل ہے۔ ابجد قمری سے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کے الفاظ سریانی ہیں یہ ۲۸ حروف مقطعات ہیں۔ حروف تہجی سے اس کے آٹھ مختصر کلمے وضع کیے گئے ہیں جو بعض اہل لغت کے نزدیک بامعنی ہیں۔

ابجد ہوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ

صاحب غیاث اللغات نے ان حروف کی اس طرح توضیح کی ہے۔

۱۔ ابجد	ابی وجدفی المعصیة	آدم سے گناہ سرزد ہوا (آدم سے زلت ہوئی)
۲۔ ہوز	اتبع ہواہ	آدم نے ہوائے نفسانی کی پیروی کی
۳۔ حطی	حط ذنبه بالتوبة والاستغفار	استغفار کی وجہ سے ان کا گناہ محو ہو گیا۔
۴۔ کلمن	تکلم بکلمة فتاب علیه بالقبول والرحمة	کلام کیا تو ان کی توبہ پروردگار کی رحمت سے قبول ہوئی۔
۵۔ سعفص	سنلق علیه الدنیا فقبض علیه	دنیا ان پر تنگ ہوئی تو ان پر بحالی کی بھیک بھیج دی گئی۔

۶۔ فرشتہ الفرشتہ تشرف بالکرامۃ فرشتوں کے اعتراف کی وجہ سے مشرف بکرامت ہوئے۔

۷۔ شطہ اشطّہ اللہ قوۃ اللہ سے قوت حاصل کی۔

۸۔ شطع ساعدہ نزع الشیطان بالغریۃ حق کلام کی وجہ سے شیطان کا وار ختم ہوا۔

آگے چل کر یہی بزرگ پھر فرماتے ہیں کہ بقول بعض ابجد نام کا ایک بادشاہ گزرا ہے ابجد اسی کو مختلف ہے اور باقی جو بیان گئے ہیں وہ اس کے فرزندوں کے نام ہیں۔ ایک قول کے مطابق مرامر نامی ایک شخص تھا جس نے خط لکھنے کی ایجاد کی اور یہ آٹھوں کلمے اس کے آٹھ فرزندوں کے نام ہیں۔(۱۵)

مذکورہ خیالات کے بارے میں میرا کوئی نقطہ نظر نہیں۔ ان کی واقعیت خدا جانے کہاں تک ہے چونکہ ماہرین لغت وادب کا قول ہے اس لئے تسکین قلب کی خاطر موقع کی مناسبت سے یہاں درج کر دیا گیا ہے۔

فارسی اور اردو زبان وادب میں تاریخ گوئی کثرت سے کی جاتی رہی ہے۔ عربی شعراء کے یہاں اس کا اہتمام کم ملتا ہے۔ امام احمد رضا خاں نے تینوں زبانوں میں کثرت سے تاریخیں نکالی ہیں۔ جن ادیبوں نے اس فن میں کمال پیدا کیا ہے ان میں ناسخ، انشاء، مومن اور ذوق کا نام بطور خاص قابل ذکر ہے۔

ناسخ :

ناسخ نے تو تاریخ گوئی میں کمال کر دیا ہے بات بات میں تاریخ نکالنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ معمولی معمولی باتوں میں تاریخ نکالتے تھے۔ علالت سے صحت پائی تو تاریخ کہدی "رفت تپ و تب من" = ۱۲۳۵ھ۔ غسل صحت کیا تو تاریخ کہدی "شد صحت حماموں مبارک" = ۱۲۳۵ھ ایک موقع پر قتل ہوتے ہوتے بچ گئے۔ تاریخ کہدی "اسم شریف ہوا" = ۱۲۳۵ھ۔ حریفوں نے نظر کر دیا تو کہہ "ہے جا افسوس خانہ زندان گردید" = ۱۲۳۵ھ۔ جن کی سازش سے بری ہوئے ان کا شعر بھی تاریخ میں ادا کیا "با جہدی مر

درست کر دے گئے۔ ۱۲۳۳ھ میں کسی نے قطعہ لکھ کر چاہے تو کہا "بیدل بجو قلم پارہ دو سے عامہ"

سن" ۔ وہ بڑا جب خطا چاہے گئے تو تاریخ کہی "محمد حنیف تحف چہار دہم" "پیارے

شاگرد نواب وزیر کی شادی ہوئی تو فرمایا "شد وہ وشہ وزیر میں امروز" ۱۲۳۲ھ۔ پھر جب ان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو صبح کا وقت تھا فرمایا "صبح طالع شد زہ آفتاب" ۱۲۳۳ھ الہ آباد شہر میں دروازہ پھاٹک کے اندر بیٹھے ہوئے تھے، اختیار صاحب کر کے تاریخ کہہ دی "بیمار از قلعہ در میں نیابد" ۱۲۳۳ھ

چوری اور داڑھی ڈاکے سے متعلق تاریخ کہنا اور کہیں نہیں ملتا مگر مومن نے اس پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ہوا یوں کہ ۱۲۳۱ھ میں معتمد الدولہ نے جو سوا لاکھ روپیہ قصیدہ کا صلہ تاج کو دیا تھا انھوں نے مرزا علی صاحب کے حوالے کر دیا تھا۔ لوگوں نے چار روپیہ ابھی انھیں کے گھر میں تھے چور نے رات کو نقب لگائی اور وہ مال لے گیا۔ تاج کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس کی بھی تاریخ کہہ دی۔

"زد دو رخانہ تاج چو دزد نقب شب — شد زرد وہ ہم نہ بہ میں نقل آمد بروں

بہر تاریخ سکی چو بہ وہم سر دزد — دزد از خانہ مفلس نقل آمد بروں" (۱۹)

مومن :

مومن ایک اور عام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ گوئی میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ وہ صنعت جو تاریخ گوئی میں معیوب گردانی جاتی تھی انھوں نے اپنی جودت سے اسے بھی "مستحسن بنا دیا"۔ تعمیہ اور تخرجہ کو بعض اصحاب تاریخ گوئی میں ایک غیر مستحسن صنعت سمجھتے ہیں مگر مومن کی جودت طبع اور باغ نظری نے اس صنعت کو صنعت تاریخ میں شامل کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے والد کی تاریخ وفات اس صنعت میں کہی ہے۔

مومن الہام گشت سال وفات — کہ غلام نبی بہ حق پیوست

غلام نبی کے اعداد حق کے اعداد کے ساتھ ملائیں تو سال وفات کے پورے اعداد ۱۲۳۱ھ نکل

آتے ہیں۔ اسی صنعت میں انھوں نے اپنی مسلم وکیسن جی کی تاریخ نکالی ہے۔

خاک بر فرق دوست بادا ⠀⠀⠀ میں فقط در عزت دو سر خاک

اس شعر میں احمد کو خاک کے بیچ کے ساتھ ملانے سے تاریخ ۱۲۹۳ھ نکلتی ہے۔ ایک کنویں کی تاریخ بھی انھوں نے اسی صنعت میں نکالی۔ "آب لذت فزا بچاہ نگر"۔ آب لذت فزا کے اعداد چاہ میں داخل کرنے سے سن مطلوب ۱۲۹۵ھ برآمد ہوتا ہے۔ رضا خان جب زیارت حرمین کیلئے گئے تو کسی سبب راستے ہی سے واپس آگئے۔ تو خان صاحب نے فوراً تاریخ لکھ دی۔ "چو بپا بوس نور ز پاشد" ۱۲۹۵ھ (۱۷)

ٹھیک اسی طرح اور دوسرے اردو شعراء نے طبع آزمائی کی ہے مگر امام احمد رضا کا حال ان سے قدرے مختلف ہے۔ وہ صرف شاعر اور تاریخ گو نہیں تھے بلکہ ان کی شخصیت فضائل و کمالات کا مجموعہ تھی۔ ان کی شخصیت ان تمام خوبیوں کی آئینہ دار تھی جس کا شعر بالا میں ذکر ہوا یعنی اس ہنر فن میں بھی وہ اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں۔ اکثر تاریخ گوئی کرنے والوں کے یہاں صرف کسی ایک صنعت کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے آپ نے محسوس کیا ہوگا۔ مگر انھوں نے اس فن میں بھی اپنی جودت طبع کا جوہر دکھایا ہے اور کئی کئی صنعتوں میں تاریخیں نکالی ہیں اور خوب نکالی ہیں۔ موقع محل کی مناسبت سے بغیر دوات و قلم کا سہارا لئے برجستہ تاریخی مادے نکال دیتے تھے۔ کبھی ان کا فرمایا ہوا تاریخی مادہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ ان کی کتب و رسائل کے اکثر نام تاریخی ہیں۔ جو بغیر کسی صراحت کے کتابوں کے مباحث و موضوعات پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔

تعارف امام احمد رضا کے مصنف لکھتے ہیں کہ

"فن تاریخ گوئی میں آپ کو نہایت کمال حاصل تھا جو کتاب بھی لکھتے اس کے نام سے کتاب لکھنے کا مقصد بھی سامنے آجاتا اور تاریخ تصنیف بھی نکل آتی۔" (۱۸)

کئی دفعہ تو ایسا بھی ہوا ہے کہ امام احمد رضا خان نے ایک ہی موقع کے دو چار

منٹوں میں تاریخی مادے نکالتے ہیں۔ کئی شعراء کے دواوین کی تاریخیں انھوں نے ہی نکالی ہیں۔ لوگ اکثر فرمائش کرتے کہ نومولود بچوں کے تاریخی نام ارسال فرمائیں۔ انھوں نے کبھی کسی کو مایوس نہیں کیا۔ تاریخی مادے نکالتے اور ارسال فرمادیتے۔ بعض اوقات ایسے وظائف بھی پڑھنے کو بتادیتے کہ وظیفے کے اعداد اور وظیفہ پڑھنے والے کے نام کے اعداد برابر ہوتے۔ جناب مجیب علی رضوی صاحب نے ایک مرتبہ ان سے وظیفہ پڑھنے کیلئے دریافت فرمایا۔ انھوں نے "یا لطیف" کا ورد بتلایا۔ "لطیف" اور "مجیب علی" دونوں کے اعداد مساوی آتے ہیں۔

اپنے والد گرامی حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج شاہ محمد تقی علی خاں قادری کی کتاب مستطاب "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" کا قطعہ تاریخ لکھا جس میں اجمالی حسن و خوبصورتی کے ساتھ الفاظ، تحریر اور نقطوں کی تعریف کی ہے اور آخر میں جس حسین انداز سے تاریخ نکالی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے لکھتے ہیں۔

میرے والد نے جب کیا تصنیف — یہ رسالہ بوصف شاہ ہدیٰ
جس کا ہر صفحہ تختۂ فردوس — ہر ورق برگ سدرہ و طوبیٰ
گیسوئے حور، سواد حروف — مردم چشم حور، ہر نقطہ
یا قلم اس کا ابر نیساں ہے — ہر ورق اس کا علم کا دریا
ہر سطر رشتۂ موج صافی ہے — دانوں کو صدف لکھوں تو بجا
نقطے جس کے ہیں گوہر شہوار — قیمت ان کی ہے جنت الماویٰ
سال تالیف میں رضا نے کہا — وصف خلق رسول ای کیا (۱۲۸۸ھ)

جب یہ کتاب طباعت و کتابت کے دشوار گذار مراحل طے کرکے منظر عام پر آئی اور ارباب ذوق نے ہاتھوں ہاتھ لیا تو پھر انھوں نے اس کی طباعت پر قطعہ لکھا اور اس کے آخری بند سے طباعت کی تاریخ نکالی۔

شد چوں طبع ایں کتاب عجب — بود در فکر سال طبع رضا

لوگوں کی فرمائش اور مطالبے پر فاضل بریلوی کو اس قسم کے بیشتر تاریخی قطعے نکالنے پڑے ہیں۔ "تکملہ حسن لطافت" ۱۳۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب پر انھوں نے قطعہ تاریخ لکھا ہے اور اس میں کمال کر دیا ہے۔ اس قطعہ تاریخ میں انھوں نے ایک مشکل صنعت کا استعمال کیا ہے۔ فن تاریخ گوئی میں یہ صنعت تضاعف سے مشہور ہے۔ صاحب نوادر الفن کہتے ہیں یہ صنعت بہت ہی مشکل ہے اس صنعت میں بہت کم تاریخیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ اس صنعت میں مادہ تاریخ کو دوچند کرنے سے مد مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض بزرگ لکھتے ہیں کہ اس صنعت میں میری نظر سے صرف ایک تاریخ گزری ہے جو قیاس آبادی کی ہے انھوں نے ایک شادی کی تاریخ لفظ "نور علی نور" کو دوگنا کر کے ۱۳۳۲ھ نکالی ہے جو بے شک لائق تحسین ہے۔(۱۹)

امام احمد رضا خاں نے بھی اس مشکل صنعت میں تاریخیں نکالی ہیں اور ایک لفظ کو تین گنا کرنے سے تاریخیں نکالی ہیں۔ پورے قطعہ میں الفاظ کے زیر و بم کے ساتھ معنوی ربط بھی خوب ہے۔

چو بلا مع شد کلید و فتح   سد حبیب علیہ اللہ صلی
دو ہلال مشرق وی ہمیں شد   تہ آمد اثرہ بہ کلی
نجوم آورد اند جلوہ کمال   نجوم آں و اصحاب معلی
چو ایں مہر و ماہ و انجم جمع شد   رقم کردم سہ بار شد فتح ۴۳۴×۳=۱۳۰۲ھ

اس قطعہ میں لفظ "فتح" کے اعداد تین بار جوڑنے سے مد مطلوب ۱۳۰۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

حقیقت کے اعتبار سے تاریخ گوئی کی تین قسمیں ہیں (۱) صوری (۲) معنوی (۳) صوری و معنوی۔ درج ذیل تاریخ گوئی کا تعلق تاریخ معنوی سے ہے۔

تاریخ معنوی: معنوی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مطلب یا معنی کے ہیں اہل فن نے تاریخ معنوی اس حرف یا لفظ یا الفاظ کا نام رکھا ہے جن کے اعداد معنی

کے مجموعہ سے سن مطلوب حاصل ہو۔ اگر یہ منظوم ہے تو وہی تاریخ معنوی منظوم کہلائے گی (۲۰)

اِن کی تمام قطعات جو مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے نعتیہ مجموعے سے متعلق ہیں اسی صنعت کی آئینہ دار ہیں۔ فرماتے ہیں۔

واہ حسن حسن تحسیں — از حسان در داد تحسیں

گفت رضا تاریخ تحسیں — نعت اشرف قبلہ دیں ۱۳۰۲ھ

دل و جانم حسن حسن گفتہ وار ہفت — یہ سلک مدحت میلاد اقدس

شنیدم تو تحفہ ای زو جلیل لطف — مبارک شادی نعت مقدس ۱۳۰۲ھ

فاضل بریلوی نے بعض قطعات میں سن تالیف اور سن طباعت دونوں کا اہتمام کیا ہے۔ مندرجہ ذیل قطعہ کے پہلے مصرعوں سے سن طباعت اور دوسرے دونوں مصرعوں سے سن تالیف ۱۳۰۲ھ برآمد ہوتا ہے جو صنعت تاریخ معنوی منظوم کی واضح مثال ہے۔

تاریخ منظوم میں مصرعہ کے ہر ہر لفظ کے اعداد کی شمولیت ضروری نہیں۔ اگر جزوِ مصرعہ سے سن مطلوب برآمد ہو جاتا ہے تو وہ مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ فاضل بریلوی نے ذیل کے قطعہ میں پہلے دونوں مصرعوں کے ہر ہر لفظ کو سن مطلوب کے استخراج میں شامل کیا ہے اور دوسرے دو مصرعوں میں جزوِ مصرعہ سے سن مطلوب نکالا ہے پہلے اور دوسرے مصرعوں میں تاریخ طبع ۱۳۰۳ھ اور تیسرے اور چوتھے مصرعوں میں سن تالیف ۱۳۰۲ھ درج ہے۔

حسن در ذکر والا جاہ طہ — کہ مدحت از یمین ذکر احسن

۱۳۰۲ھ — ۱۳۰۲ھ

حسن حسن رضا بجد قند گفت — رقم گشت مبارک ذکر احسن

۱۳۰۲ھ — ۱۳۰۲ھ

ذوقِ نعت: ذوقِ نعت استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی شاگرد داغ کی مقدس نعتوں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن متعدد مقامات سے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ نعتیہ مجموعہ اپنے حسنِ بیان اور طرزِ ادا کے لحاظ سے انفرادی اہمیت کا حامل ہے۔ فاضل بریلوی نے اس پر ایک قطعہ انتہائی منفرد اور حسن و خوبصورتی سے کہا ہے۔ قطعہ میں کل ۹ اشعار ہیں جن میں آخر کے ۴ اشعار سے سن تالیف مستخرج ہوتے ہیں۔ انہوں نے انتہائی حسن و خوبصورتی سے آخر تک نبھایا ہے۔ اس قطعہ کے اندر انہوں نے کتاب کے مباحث اور مقاصد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں پیدا ہونے والے اثرات کو بھی اجاگر کر دیا ہے۔

نعت پاروں سے ہیں حق جیسی حسن	حاوی دلنواز حسن علم و ادا وفن
نعت پر ذوقِ کی کوشش شعر ذوقی کی کوشش	شعر گوئی کوشش و دوری رہے وطن
نور بخشِ شوق عیاں، عرش پہ شش جہاں	سینہ و اطراف جہاں، بھیجیں درِ حسن
غلغلِ ایں نالہ و جوشِ پارہ و کلام نوش	و آنکہ زدو قول طبع، نکتہ و فن
اوجِ بخشی محمدت، جلوہ گری رحمت	حالت، حالت، پارہ ہائے حسن
۱۳۲۶ھ	۱۳۲۶ھ
یا خداے حسن، باب رضاے حسن	باب رضاے حسن، واجب جلب حسن
۱۳۲۶ھ	۱۳۲۶ھ
واجب جلب حسن، پارہ سے بخت قوی	پارہ سے بخت قوی، نیک مآب حسن
۱۳۲۶ھ	۱۳۲۶ھ
نیک مآب حسن، فضل خدا کی	فضل خدا کی جلی ولی جلی حسن
۱۳۲۶ھ	۱۳۲۶ھ

"ذوقِ نعت" سے متعلق ایک دوسرا بھی قطعہ ملاحظہ ہو۔ قطعہ کے ہر مصرعہ سے سن تالیف مستخرج ہے۔

نعت حسن آمدہ نعت حسن	کلک رضا بادہ دینی سلام
۱۳۲۹ھ	۱۳۲۹ھ
ان میں الذوق سحر ہے	ان میں اشعر سحر تمام
۱۳۲۹ھ	۱۳۲۹ھ
کلک رضا وہ چمن سال آں	یافت قبول در شہ والی الامام
۱۳۲۹ھ	۱۳۲۹ھ

امام احمد رضا خان نے دواوین کیلئے تاریخی قطعات لکھنے کے علاوہ اپنے بزرگوں، احباب، متعلقین اور متوسلین کے وصال کی تاریخیں بھی نکالی ہیں۔ اس کی ایک طویل فہرست ہے۔ مگر یہاں ان چند بزرگوں کی تواریخ وصال کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے انھوں نے استفادہ کیا ہے یا جو ان سے مستفیض ہوئے ہیں۔ آج کسی اہم شخصیت کے وصال پر ارباب ذوق اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور رسائل و جرائد میں ان کی نگارشات کو بڑے اہتمام سے جگہ دی جاتی ہے۔ فاضل بریلوی نے وصال کی تاریخیں نکالنے میں بھی کئی صنعتوں سے کام لیا ہے۔ خاتم الاکابر قدوۃ الواصلین مولانا شاہ سید آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲۹۶ھ) جن کی ولادت ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ صاحب تذکرہ علمائے اہلسنت لکھتے ہیں۔

"حضرت مخدوم شاہ آل رسول علیہ الرحمہ تیرھویں صدی ہجری کی وہ عظیم شخصیت تھے جن کے فیض یافتوں کی مساعی و کوششوں سے اسلام کی گرتی ہوئی دیوار سنبھل گئی اور اسے پھر سے قوت و استحکام مل گیا۔" (۲۱)

فاضل بریلوی اس جلیل القدر شخصیت کے خلیفہ تھے انھوں نے اپنے مرشد کی متعدد تواریخ وصال نکالی ہیں جیسے

نور تاریخ الاولیاء	رضی اللہ والمحبوب
۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ

توشیح: مولانا احمد رضا خان نے تاریخ مرکب کے علاوہ دوسری صنعتوں میں

تاریخیں نکالی ہیں۔ توشیح بہت مشکل فن ہے اکثر ماہرین فن کے یہاں اس کی نظیر نہیں ملتی مگر مولانا نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے۔ فن جمل کے اعتبار سے توشیح اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں قطعہ کے شعر یا ہر مصرع کے شروع میں کوئی ایسا کلمہ لائیں جس کا حرف اول اگر لے لیں اور ان سب کے اعداد کو جمع کریں تو مطلوبہ تاریخ نکل آئے گی۔ اس کی اچھی مثال طرز قریشی کے یہاں نظر آئی۔ انھوں نے نوح ناروی کی وفات کا قطعہ تاریخ اسی صنعت میں کہا تھا قطعہ میں کل سترہ شعر ہیں ہر شعر کے دونوں مصرعے جن حرفوں سے شروع ہوتے ہیں ان کا مجموعہ اس طرح ہے۔

صاحب دیوان نوح ناروی

۱۳۸۲ھ

حروف کے اس مجموعہ سے نوح کا سال وفات برآمد ہوتا ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ مجموعہ بجائے خود بھی موزوں مصرع ہے۔ (۲۱۰)

مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ اب میں جو تاریخ نکال رہا ہوں وہ صنعت توشیح میں ہے۔ فرماتے ہیں۔

خذ التاریخ فی التوشیح نظماً ۔۔۔ یلوح کانه البدر المنیر
وخذ من کل قطر مثل سطر ۔۔۔ تکن شیئاً ولیس له نظیر

۹۶ ھ ۱۲ ۔۔۔ ۹۶ ھ ۱۲

ولی طاہر ہے امام ۔۔۔ وصول حبیب بدر امیر

۹۶ ھ ۱۲ ۔۔۔ ۹۶ ھ ۱۲

وحید طالع بحر امان ۔۔۔ ودود طالب بدل اجر

۹۶ ھ ۱۲ ۔۔۔ ۹۶ ھ ۱۲

مولانا محمد اسماعیل قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۲۹۶ھ میں وصال ہوا۔ فاضل بریلوی نے ان کے وصال کی تاریخیں جملوں کی صورت میں نکالیں۔ اس کے دو قطعے

لکھے۔ پہلے قطعہ کے ہر شعر سے تاریخ نکلتی ہے اور دوسرے قطعہ کے ہر مصرعہ سے۔
یہاں تاریخ قطعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

أ اسمعیل اسمعیل سنة　　اخلى حاله من کل فتنة

۱۳۱۷ھ

أ اسمعیل اسمعیل صدق　　ازا ادع کل بین عین فطنة

۱۳۱۷ھ

لاسمعیل عندالله ان شاء　　واحده بمکرمة و منه

۱۳۱۷ھ

اسمعیل اسمعیل حق　　اتاك الحق تکب کل محنة

۱۳۱۷ھ

الا لایبکین نعقل سعد　　انیلم رجع نفس مطمئنة

۱۳۱۷ھ

رواح الرواح من کنف لسنی　　کزنة انجلی منها ابن مزنه

۱۳۱۷ھ

شاه وتفعه باقی لیهیاً　　فقطره دجنه وتمیر دجنه

۱۳۱۷ھ

یزن الی جنان عفو　　لانوار و اطیار مرنّة

۱۳۱۷ھ

یحف به ملائکة اعزه　　اجنحة کسحب مرثعنه

۱۳۱۷ھ

وان اسل لاسمعیل ظهم　　اجب ثقة بقول الله انّه

۱۳۱۷ھ

لاسماعی لاسمعیل مدعا　　حلاه لیهجانة دخلاه جنه

۱۳۱۷ھ

قطعۂ دیگر

نبق فی تاریخ رحلتہ الرضا	سحاب سیح السفح سواک بلت
۱۷ ۳ ھ	۱۷ ۳ ھ
بعد فی تعال فتروافضل منزل	واشرف منزل حز داد ذق تلہ
۱۷ ۳ ھ	۱۷ ۳ ھ
وقتک موالی اللطف کل کریمۃ	سقتک سواقی الون لرج طلہ (۳۱۳)
۱۷ ۲ ھ	۱۷ ۳ ھ

حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۷ھ) کے والد ماجد بھی استاذ الشعراء مولانا معین الدین نزہت مرادآبادی علیہ الرحمۃ کا بروز جمعہ الوداع ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو وصال ہو گیا۔ جب مولانا احمد رضا خاں کو اس سانحہ جانکاہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً تعزیت کا خط ارسال کیا اور وصال کی دو تاریخیں تحریر فرمائیں۔ دونوں تاریخیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) رزق رب کریم

۱۳۳۹ھ

(۲) قطعہ

یک شہادت وفات در رمضان — مرگ جمعہ شہادت دگر است
مرض تپ شہادت سومین — بہر سہ شہادت قبر است
در عزا دست چشم واعینی — بہ دیدار یار منتظر است
مرد برگزیدہ معین الدین — کہ ترا چوں نعیم در پسر است
از رضا سال ہے سر احال — قرب صدق ملیک مقتدر است

۱۳۴۰ ـ ۱ = ۱۳۳۹ھ (۳۱۳)

فاضل بریلوی نے نظم و نثر کے علاوہ بھی تاریخیں نکالیں۔ ذیل کی تاریخ وصال بھی مذکورہ الصدر بزرگ سے متعلق ہے۔ انھوں نے اس تاریخ کے استخراج میں ایک

صنعت استعمال کی ہے جس کی نظیر اس فن کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ ایک مربع کے خانوں میں ایسے الفاظ رکھنا اور پھر خانوں کے باہم امتزاج سے سن وفات کا استخراج کر لینا آسان کام نہیں۔ اس طرح اس مربع کی سیدھی آڑی ترچھی جتنی چالیں ہوتی ہیں سن وفات نکلتا ہے۔ ذیل کے نقشہ میں مربع کی ۱۰ چالیں ہیں اور ان سے ۱۰ تاریخ وصال مستخرج ہیں اور اگر ترچھے بھی چال مان لی جائے تو کل اٹھارہ چالیں ہو جائیں گی اور ۱۸ تواریخ وصال نکل آئیں گی۔

۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	طارم گل ۳۲۸	واصل رب ۳۳۱	اعلیٰ عمل ۳۲۱	اجود قرب ۳۱۹	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	طور سخی ۳۲۰	اشہد جود ۳۱۷	آل رسول ۳۲۷	اتقیٰ صفا ۳۳۲	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	فرد اجل ۳۱۸	اعلیٰ شاہ ۳۲۳	آل رضا دین ۳۲۹	جان عرب ۳۲۹	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	کنز حق ۳۳۰	شاہ فردی ۳۲۵	نور حق ۳۱۹	اتقیٰ اعلیٰ ۳۲۲	۱۲۹۶ھ
	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ

حضرت حجۃ العلماء بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چودھویں ربیع الثانی ۱۲۴۶ھ کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے ظاہری و باطنی تعلیم پائی۔ مطالعہ کا خاصا ذوق تھا۔ آپ کے پاس ایک کتب خانہ تھا جس میں ۱۹ ہزار قلمی کتابیں تھیں۔ اردو فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ تقی تخلص فرماتے تھے "غوث اعظم میں بے سروساماں مدد" آپ ہی کی مشہور منقبت نظم ہے۔ ۱۲۹۸ھ سن وفات ہے۔ فاضل بریلوی نے تاریخ مرکب "نور علی نقی جنتی" ۱۲۹۸ھ کہا ہے۔

تاریخ نکالی ہے جو موقع کی مناسبت سے کس قدر برجستہ اور معنی آفریں ہے۔

بعض شخصیتیں تو ایسی گزری ہیں کہ فاضل بریلوی نے ان کی تاریخ وفات کے ساتھ تاریخ ولادت کا بھی اہتمام کیا ہے اور کئی تاریخی مادے اپنی کاوش فکر سے نکالے ہیں۔ ایسی شخصیتوں میں خاص طور سے ان کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں کی شخصیت صرف اس معنی میں قابل تکریم نہیں کہ وہ فاضل بریلوی کے پدر بزرگوار ہیں بلکہ بجائے خود ان کی ذات ایک مستند عالم دین کی ہے۔ عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا ہے۔ حضرت سید احمد زینی دحلان جیسے جلیل القدر عالم سے سند حدیث حاصل ہے۔ ۱۲۴۶ھ سن ولادت اور ۱۲۹۷ھ تاریخ وفات ہے۔ فاضل بریلوی نے اپنے والد کی تاریخ ولادت مختلف ترکیب سے نکالی ہے۔

زبرو بینہ: مولانا احمد رضا خاں کو عام تاریخ گوئی کے علاوہ اسمائے حروف سے بھی تاریخ گوئی میں ملکہ حاصل تھا۔ زبرو بینہ کا تعلق اسی قسم کی تاریخ گوئی سے ہے۔ اہل جفر کی اصطلاح میں اسماء کے حروف سے اعداد نکالنے کو زبرو بینہ کہتے ہیں یہ علم جفر کے مبادیات سے ہے جس کا سلسلہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے بلکہ روحانی طور پر اس کا سلسلہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے چلتا ہے۔ مولانا موصوف نے اپنے "الملفوظ" کی تاریخ اسماء کے حروف سے نکالی ہے جس کا اظہار انھوں نے خود کیا ہے فرماتے ہیں۔

میرے ملفوظ کو کے محفوظ　　مصطفیٰ مصطفیٰ کا ہو محفوظ

ہم تاریخ اس کا رکھتا ہوں　　زبرو بینہ میں "الملفوظ"

موصوف کے یہ اشعار الملفوظ کے قدیم نسخوں میں جلد اول کے آخر میں پائے جاتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے صرف دو سال یعنی ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۴۰ھ تک کے ملفوظات حضور مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے ترتیب دیئے ہیں۔ جو عالی

جناب سید توسل حسین کے اہتمام سے رضوی کتب خانہ دہلی سے ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوا ہے۔ یہ قدیم نسخہ شارح بخاری مولانا مفتی شریف الحق صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اس کے صفحہ ۳۰ پر یہ اشعار درج ہیں۔ "الملفوظ" کے اعداد اسماء کے حروف سے اس طرح نکالے جائیں گے۔

الملفوظ

(۱) الف ۱۱۱

(۲) لام ۷۱

(۳) میم ۹۰

(۴) لام ۷۱

(۵) فا ۸۱

(۶) واو ۱۳

(۷) ظاء ۹۰۱

الملفوظ ۱۳۳۸ھ

صنعت ترصیع

اہل فن کی اصطلاح میں اس صنعت کا نام ہے جو ایک قطعہ یا قصیدے یا مرثیے یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا جملے سے ایک ہی سن یا مختلف سنین کے مادے پیدا کرے۔ ذیل کی قطعہ تاریخ اسی صنعت کی آئینہ دار ہے۔

جاء لی وبقی الثوب علی الشان — رضی الاحوال لنہی المکان

۱۳۳۶ھ — ۱۳۳۶ھ

مواجل محقق الافاضل — شہاب المدققین الاماثل

۱۳۳۶ھ — ۱۳۳۶ھ

قمر فی برج الشرف — بری من الخسوف والکلف

۱۲۴۶ھ ۱۲۴۶ھ

افضل سباق العلماء ۔ القدم حذاق الکرما

۱۲۴۶ھ ۱۲۴۶ھ

تواریخ انتقال:

کان نہایۃ جمیع العظماء ۔ خاتم اجلۃ الفقہاء

۱۲۹۷ھ ۱۲۹۷ھ

آمین اللہ فی الارض ابدا ۔ ان فقد فقتک کلمۃ یھایھتدی

۱۲۹۷ھ ۱۲۹۷ھ

خلل فی باب العباد لاینسد الی یوم القیام

۱۲۹۷ھ

کمد لہ ثواب یوم النشور اننحہ

۱۲۹۷ھ

انھوں نے والد گرامی کی تواریخ وفات صنعت ترصیع کے علاوہ صنعت مرکب میں بھی نکالی ہیں۔ جیسے

یاغفور ۔ وادخلی فی جنتی و عبادی

۱۲۹۷ھ ۱۲۹۷ھ

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الوھاب

۱۲۹۷ھ

سید نقی حسن میاں مرحوم زیارت حرمین شریفین کی لازوال سعادت سے بہرہ ور ہو کر وطن تشریف لا رہے تھے۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اور راستہ ہی میں وفات پا گئے۔ فاضل بریلوی نے مرحوم کی اس واقعہ رحلت پر ایک تاریخ لکھی جس میں تاریخ وفات کے علاوہ حج و زیارت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

لکرم بحج سیدنا المجتبی حسن	ان الکریم وافدہ مجتبی حسن
ارخ رضا لموت غریب عن وطن	نال المراد من کرم المجتبی حسن
	۱۳۱۱ھ

۱۳۱۰ھ میں مولانا احمد رضا خاں کے پیر و مرشد سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کی زیارت حرمین شریفین کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک وبائی مرض کی لپیٹ میں آکر مالک حقیقی سے جا ملیں۔ فاضل بریلوی نے موصوفہ سے متعلق ۵۰ اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی جس میں انھوں نے حج سے متعلق پورے واقعات درج کیے۔ یہ نظم فارسی زبان میں ہے کہیں کہیں عربی اشعار آگئے ہیں۔ ذیل میں صرف وہی اشعار دیے جا رہے ہیں جن سے تاریخ نکالی گئی ہے۔

بی واشت جلال سیادت	ہم یافت بہم حج و شہادت
۱۳۱۰ھ	۱۳۱۰ھ
در رحمت فاطمہ بروحش	روحے علی پر فتوحش
۱۳۱۰ھ	۱۳۱۰ھ
فی اللہ تجلی الیہا	رضوان واسع علیہا (۲۲)
۱۳۱۰ھ	۱۳۱۰ھ

فاضل بریلوی نے دوسرے علماء اور احباب و متعلقین کی وفات کی تاریخیں نکالی تھیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ انھوں نے خود اپنی تاریخ ولادت و وفات دونوں کا استخراج قرآنی آیات سے کیا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدھم بروح منہ (۲۳)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ مدد فرمائی ہے۔"

اس آیت کے کل اعداد ۱۲۷۲ ہیں جو فاضل بریلوی کا سن ولادت ہے۔ (۲۴)

تاریخ وفات اس آیت سے اخذ فرمائی۔ (۲۵) اور یہ وصال سے تقریباً چار مہینے پہلے کا واقعہ ہے۔

ویطاف علیهم بآنیة من فضة واکواب (۲۶)

۱۳۴۰ھ

(ترجمہ) "خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے ان کو گھیرے ہیں۔"

فاضل بریلوی نے ہمیشہ ہجری سن کو عیسوی پر ترجیح دی ہے۔ فتاوی، مکتوبات اور دیگر مراسلات میں انہیں تاریخوں کا اہتمام ہے۔ حد تو یہ ہے کہ تاریخ گوئی کے ماہرین دونوں تاریخوں کا سہارا لیتے ہیں کبھی ہجری اور کبھی عیسوی سن کا استعمال کر کے مقصد برآری کرتے ہیں۔ مگر فاضل بریلوی نے کبھی ایسا نہیں کیا تاریخ گوئی جیسے مشکل فن میں انہوں نے عربی اور اسلامی تاریخوں کا لحاظ کیا اور تاریخ شادی سے لیکر تاریخ غم اور سن تالیف سے لیکر سن طباعت تک کی تمام تاریخیں سن ہجری ہی میں نکالی ہیں۔ ان کی تصانیف کے اکثر نام تاریخی ہی ہیں ایسا بھی نہیں کہ ان ناموں میں کوئی بھرتی کا لفظ رکھ کر مقصد حاصل کیا ہو۔ ناموں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حسب منشا نام رکھ دیا بعد میں جب اعداد نکالے تو وہی سن تالیف نکلا۔ ان تصانیف کے ناموں میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جہاں ان ناموں سے سن تالیف کا پتہ چلتا ہے وہیں ان کے مباحث اور مندرجات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ کتاب کا موضوع اور عنوان متعین کرنے کے لئے کتاب کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں۔ صرف نام کی تفہیم اس کیلئے کافی ہے۔ کتابوں کے نام بھی مسجع، مقفیٰ رکھتے تھے تاکہ زبان و کان دونوں لطف اٹھائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے جن کتابوں کے نام تاریخی ہیں اس سے تین باتوں کا پتہ لگ جاتا ہے۔ (۱) وہ کتاب کس سن ہجری میں لکھی گئی (۲) کتاب کا نفس مضمون کیا ہے۔ (۳) اس مسئلے میں مصنف کا کیا موقف ہے۔ ان کی اکثر تصانیف کے تاریخی ناموں سے جہاں اسلامی عقائد و نظریات اور شرعی ادب و احترام کی خوشبو پھوٹتی ہے اہل ایمان کے دماغوں کو فرحت اور

دیوان وغیرہ شامل ہے وہاں ان میں ادبی لطافت بھی وافر مقدار میں موجود ہے مثلاً ان کی ایک کتاب کا نام "الزهر الباسم فی حرمة الزكوة على بنی هاشم" ہے جس کا مطلب ہے "کلیاں اس بات پر مسکرا رہی ہیں کہ بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے" اس طرح تقریباً تمام ناموں میں وضاحت ہے جسے اہل علم خوب سمجھتے ہیں۔ (۲۷)

اس کے علاوہ بعض کتابوں کے اسماء میں حرکات کی تبدیلی سے معنی بدل کر بھی نکالا گیا ہے۔ جس طرح کہ "کسر السفیه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم" اس میں "سفاہت" سے اشارہ جناب گنگوہی کی تحریر کی طرف ہے اور "واہم" سے مولوی لکھنوی صاحب کے فتوی کی طرف ہے۔ دال کے علاوہ سے تو ابدال بکسر ہمزہ مصدر پڑھنا چاہیئے کہ ان کو نفس مبادلہ بیع نوٹ میں عروض سفاہت ہے اور واہم کے اعتقاد سے بیع امر و صیغہ بیع کہ یہ نوٹ کا صرف ایک بدل یعنی بطور قرض کے برابر ہو جائز رکھتے ہیں اور دراہم کم و بیش وہم ممانعت ہے" (۲۸) یہ کتاب دراصل رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" کا تکملہ ہے سنہ تالیف ۱۳۲۹ھ ہے۔ "کفل الفقیہ الفاہم" اور "کاسر السفیہ الواہم" دونوں رسالے مستقل کتاب کے طور پر پہلے ایک دو بار چھپ چکے ہیں اور اب العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد ہفتم کے ص ۱۴۹ پر دونوں شائع ہوئے ہیں۔ فتاوی رضویہ کے اس جلد کی سن اشاعت رجب ۱۴۰۳ھ / اپریل ۱۹۸۳ء ہے۔

بہر حال موضوع پر قرار رکھتے ہوئے سن تالیف نکال لینا انتہائی مہارت اور تاریخ گوئی میں حذاقت کی دلیل ہے۔ کتاب خواہ تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ، ریاضی و ہیئت، سیرت، تذکرہ، منطق و فلسفہ کسی موضوع سے متعلق کیوں نہ ہو یہی اہتمام تمام کتابوں کے ناموں کے ساتھ ہے۔ ایشیاء کے عظیم ترین مصنف فاضل بریلوی کے ایک ہزار تصانیف کے ناموں کا تفصیلی تجزیہ کرنا اور ہر ایک نام سے سن تالیف کی وضاحت فن تاریخ گوئی کے اصولوں کے تحت کرنا مشکل اور وقت طلب امر ہونے کے ساتھ ساتھ موجب تطویل بھی ہے۔ لہذا ذیل میں ان ہی چند اہم تصانیف کا ذکر کیا جا رہا ہے جو

وہ باب فکر و نظر کے مطالعہ میں آتی رہتی ہیں۔

۱۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

ک	ن	ز	ا	ل	ا	ی	م	ا	ن	ف	ی	ت	ر	ج
۲۰	۵۰	۷	۱	۳۰	۱	۱۰	۴۰	۱	۵۰	۸۰	۱۰	۴۰۰	۲۰۰	۳

م	ہ	ا	ل	ق	ر	ا	ن		
۴۰	۵	۱	۳۰	۱۰۰	۲۰۰	۱	۵۰	=	۱۳۳۰ھ

اس تاریخی نام سے ظاہر ہے کہ یہ قرآن کریم کا بے مثل ترجمہ ہے اس ترجمہ پر مخالفین نے اپنی تہذیب میں جو کچھ اسے بیان کیا ہے اس سے اختلافات رہتے ہوئے ہیں۔ کیا کچھ نہیں کیا گیا مگر یہ بہت مقبول ہوا۔ اس ترجمہ کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی پاکستان لکھتے ہیں۔

"جو مقام امتیاز قرآن مجید کو باقی کتب سماویہ کے درمیان حاصل ہے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کو وہی مقام باقی تراجم میں حاصل ہے۔۔۔۔ فصاحت بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے۔" (۲۹)

دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے۔

"یہ ترجمہ اس حقیقت سے زیادہ ممتاز نظر آتا ہے کہ جن آیات قرآنی کے ترجمے میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جل مجدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے ان کے بارے میں خاص احتیاط برتی ہے۔" (۳۰)

ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ بھی پڑھئے کہ فاضل بریلوی کا یہ ترجمہ کیوں کر اور کیسے وجود میں آیا، سوانح اعلیٰ حضرت کے مصنف مولانا بدرالدین احمد رضوی لکھتے ہیں۔

"صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی علیہ الرحمہ (اعظمی ۱۳۶۷ھ) نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔ آپ

نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو امام احمد رضا نے فرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم لیکر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔ ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے جاتے۔

ڈاکٹر صابرہ عبد الحکیم شرف الدین لکھتی ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ مولانا سید احمد رضا خاں بریلوی نہایت ذہین، نیک اور بحر العلوم تھے۔ ہندوستان میں ان کی برابر کے علماء اور مفسرین بہت کم گذرے ہیں ان کا ترجمہ پر خلوص اور سلیس ہے۔"(۳۱)

۳۔ الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۳ھ)

ا	ل	د	و	ل	ہ	ا	ل	م	ک	ی	ہ	ب
۱	۳۰	۴	۶	۳۰	۵	۱	۳۰	۴۰	۲۰	۱۰	۵	۲
ا	ل	م	ا	د	ہ	ا	ل	غ	ی	ب	ی	ہ
۱	۳۰	۴۰	۱	۴	۵	۱	۳۰	۱۰۰۰	۱۰	۲	۱۰	۵

= ۱۳۲۳ھ

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ جو نہایت ضخیم ہے۔ اس میں مسئلہ علم غیب پر فاضلانہ گفتگو ہے۔ دوسرے حصے میں چار سوالوں کے جوابات ہیں جن کا تعلق مولانا شاہ سلامت اللہ (متوفی ۱۲۸۱ھ) کی کتاب "اعلام الاذکیاء" کے آخر میں واقع ایک عبارت سے ہے اور ایک کا تعلق شیخ عبد الحق دہلوی کے "خطبہ مدارج النبوۃ" سے ہے۔ یہ کتاب ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو دو نشستوں میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹہ میں تصنیف کی گئی۔ متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

۳۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

ح س ا م ا ل ح ر م ی ن ع ل ی

۸ ۶۰ ۱ ۴۰ ۱ ۳۰ ۸ ۲۰۰ ۴۰ ۱۰ ۵۰ ۷۰ ۳۰ ۱۰

م ن ح ر ا ل ک ف ر و ا ل م ی

۴۰ ۵۰ ۸ ۲۰۰ ۱ ۳۰ ۲۰ ۸۰ ۲۰۰ ۶ ۱ ۳۰ ۴۰ ۱۰

ن

۵۰ = ۱۳۲۴ھ

فاضل بریلوی نے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ) کی تصنیف المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ) پر تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ) رکھا۔ اسی زمانہ میں ان تعلیقات کا خلاصہ علمائے حجاز کی خدمت میں تصدیقات کیلئے پیش کیا چنانچہ حرمین شریفین کے علاوہ فضلاء نے اس کو اپنی تقاریظ اور تصدیقات سے مزین فرمایا۔ خود فاضل بریلوی نے ان تقاریظ اور تصدیقات کو مرتب فرما کر الگ سے "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کیا۔

۴۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ)

ک ف ل ا ل ف ق ی ہ ا ل ف ا ہ م ف ی

۲۰ ۸۰ ۳۰ ۱ ۳۰ ۸۰ ۱۰۰ ۱۰ ۵ ۱ ۳۰ ۸۰ ۱ ۵ ۴۰ ۸۰ ۱۰

ا ح ک ا م ق ر ط ا س ا ل د ر ا ہ

۱ ۸ ۲۰ ۱ ۴۰ ۱۰۰ ۲۰۰ ۹ ۱ ۶۰ ۱ ۳۰ ۴ ۲۰۰ ۱ ۵

م

۴۰ = ۱۳۲۴ھ

یہ رسالہ بھی سفر حرمین شریفین ہی میں لکھا گیا۔ فاضل مصنف کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں اس سفر مبارک میں ہمراہ تھے، وہ لکھتے ہیں۔

"وہاں کے علماء کو محسوس ہوا کہ مصنف متبحر عالم معقول و منقول میں جید درک رکھتے ہیں چنانچہ آپ سے استفسارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی قبیل سے نوٹ کے متعلق بارہ سوال تھے جن کا جواب مصنف نے بروز شنبہ شروع فرمایا۔ اور اتوار کو بخار آ گیا تو دو شنبہ کو دن چڑھے اسے تمام فرما دیا ۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ کو مکہ معظمہ میں مکمل فرمایا۔" (۳۲)

خود فاضل مصنف نے رسالہ کے آخر میں اس تصنیف وغیرہ کے متعلق یہ تصریح فرمائی ہے۔

"میں نے اس کا نام "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" رکھا تاکہ نام سال تصنیف کی علامت ہو اور یہ تصنیف نے شنبہ کے دن لکھنا شروع کیا تھا پھر اتوار کے دن بخار ہو گیا تو پیر کے دن دن چڑھے میں نے اسے تمام کیا۔ محرم شریف کی ۲۳ تاریخ ۱۳۲۴ھ اور یہ تصنیف اللہ کے حرمت والے شہر (مکہ معظمہ) میں ہوئی۔" (۳۳)

د۔ حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ)

ح ا ی ق ب خ ش ش

۸ ۴ ۱ ۱۰ ۱۰۰ ۲ ۶۰۰ ۳۰۰ ۳۰۰ = ۱۳۲۵ھ

یہ مولانا احمد رضا خاں کا نعتیہ دیوان ہے اس کتاب کے متعدد ایڈیشن ہندو پاک سے نکل چکے ہیں۔ اس کی اب تک دو جلدیں منظر عام پر آئی ہیں تیسری جلد بھی شائع ہوئی تھی جو [illegible] ہے۔ موصوف کے ذوق سخن کے بارے میں پروفیسر مسعود احمد پاکستان لکھتے ہیں۔

"وہ فاضل بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہم، سخن سنج اور سخن گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو مسلک شعری کے طور پر اپنایا اور اس میدان میں خوب داد سخن دی۔ آپ کی نعتیں جذبات قلب کا بے مثال سرمایہ ہی نہیں بلکہ آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں اس حیثیت سے اردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں۔" (۳۴)

۲۔ الاشکال الاقلیدس لنکس اشکال اقلیدس۔ (۱۳۰۶ھ)

ا ل ا ش ک ا ل ا ل ا ق ل ی د س

۱ ۳۰ ۱ ۳۰۰ ۲۰ ۱ ۳۰ ۱ ۳۰ ۱ ۱۰۰ ۳۰ ۱۰ ۴ ۶۰

ل ن ک س ا ش ک ا ل ا ق ل ی د

۳۰ ۵۰ ۲۰ ۶۰ ۱ ۳۰۰ ۲۰ ۱ ۳۰ ۱ ۱۰۰ ۳۰ ۱۰ ۴

س

۶۰ = ۱۳۰۶ھ

یہ کتاب نام ہی سے ظاہر ہے کہ فن ریاضی میں ہے۔ اقلیدس کے بعض اشکال پر احتمالی اعتراض ہے۔ ابھی زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی ہے۔ اسلامی ریاضی وہیئت کے آثار کی دلدادے، دل کی اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ قول ہے:

> "علوم ریاضیہ وہندسہ میں فقیر کی تمام تحصیل جمع، تفریق، ضرب، تقسیم کے چار قاعدے کہ بہت بچپن میں اس غرض سے سیکھے تھے کہ (فرائض میں کام آئیں گے اور صرف شکل اول تحریر اقلیدس کی ہے۔"

نقل کرنے کے بعد علامہ شمیم احمد خان گوہری فرماتے ہیں۔

یہ تھی کل کائنات ریاضی وہیئت میں اساتذہ سے تحصیل کی۔ شیخ بو علی سینا کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے بھی اپنے استاد سے ریاضی وہیئت کی بہت کم تحصیل کی تھی مگر بعد میں اپنے ذاتی مطالعہ سے اس میں چار چاند لگا دیے مگر فاضل بریلوی کا معاملہ اس سے عجیب تر ہے علوم دینیہ میں انہماک اتنا تھا کہ کسی اور طرف توجہ کی فرصت ہی نہیں ملی۔ (۳۵)

اس سب کچھ کے باوجود ریاضی میں انھوں نے وہ مقام پیدا کر لیا کہ ہندوستان کے مشہور ریاضی داں سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ان کی

خدمت میں ایک مسئلہ کے حل کیلئے حاضری دی اور مطمئن ہو کر واپس ہوئے۔" (۳۶)

۷۔ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ)

م	ع	ی	ن	م	ب	ی	ن	ب	ہ	ر	د	و	ر
۴۰	۷۰	۱۰	۵۰	۴۰	۲	۱۰	۵۰	۲	۵	۲۰۰	۴	۶	۲۰۰

ش	م	س	و	س	ک	و	ن	ز	م	ی	ن
۳۰۰	۴۰	۶۰	۶	۶۰	۲۰	۶	۵۰	۷	۴۰	۱۰	۵۰=۱۳۳۸ھ

اس کتاب کی سبب تالیف یہ ہے کہ امریکہ کے ایک منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے دعویٰ کیا تھا کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اجتماع سیارات کے سبب ایک انقلاب عظیم ہوگا۔ زلزلے اور طوفان آئیں گے کئی ممالک صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اس کی پیشن گوئی ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو بانکی پور پٹنہ کے انگریزی اخبار "اکسپریس" میں شائع ہوئی جس کا تراشہ ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا ظفر الدین قادری نے ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۱۹ء کو بریلی شریف امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا۔ مطالعہ کے بعد امام احمد رضا نے ملک العلماء کو ۲۰ صفر ۱۳۳۸ھ کو یہ لکھا۔

"کیسی عجیب بات اور کس قدر ہے۔ ایک بیت کا ایک حرف نہیں آتا مگر یہ انتقاد سے معلوم ہے۔" (۳۷)

پھر ہیئت و نجوم کی رو سے ۱۷ نکات پر مشتمل اس کی تردید "الرضا" بریلی کے جمادی الاولیٰ و ربیع الاول ۱۳۳۸ھ مطابق نومبر ۱۹۱۹ء میں شائع کی۔ چنانچہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو کوئی انقلاب برپا نہ ہوا اور پروفیسر البرٹ اپنی پیشن گوئی میں ناکام رہے۔ یہی تنقید بعد میں الگ کتابی شکل میں شائع ہوئی اور بار بار شائع ہوئی۔

۸۔ الكلمة الملهمة في الحكمة المحكمة لوهاء فلسفة المشئمة

ا ل ک ل م ہ ا ل م ل ہ م ہ ف

۱ ۳۰ ۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵ ۱ ۳۰ ۴۰ ۳۰ ۵ ۴۰ ۵ ۸۰

ی ا ل ح ک م ہ ا ل م ح ک م ہ

۱۰ ۱ ۳۰ ۸ ۲۰ ۴۰ ۵ ۱ ۳۰ ۴۰ ۸ ۲۰ ۴۰ ۵

ل و ہ ا ی ف ل س ف ہ ا ل م ش

۳۰ ۶ ۵ ۱ ۱۰ ۸۰ ۳۰ ۶۰ ۸۰ ۵ ۱ ۳۰ ۴۰ ۳۰۰

م ہ

۴۰ ۵ = ۱۳۳۸ھ

گردشِ زمین کے رد میں فلاسفہ قدیم نے دس دلیلیں پیش کی تھیں جو فرسودہ تھیں اور خلافِ عقل تھیں۔ فوزِ مبین کی فصل سوم میں ان دلیلوں کو پیش کر کے ان کی تردید کی گئی ہے لیکن اس تردید کیلئے ضروری تھا کہ فلاسفہ کی وہ دلیلیں جو فلسفہ کے جن اصول و مسلمات پر مبنی ہیں انہیں بھی باطل ثابت کیا جائے۔

اب فصل سوم کی تذییل میں ان نظریات کا تعاقب شروع کیا جو کئی صفحات تک جا پہنچا، اور قدیم فلسفہ کی تردید میں "الکلمۃ الملہمۃ" کے نام سے مستقل کتاب کی صورت اختیار کر گیا۔ علامہ شبیر احمد خاں غوری سابق رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی اتر پردیش اس کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"میرے نزدیک الکلمۃ الملہمۃ کی امتیازی شان یہ ہے کہ اس میں فلاسفہ کے ان دلائل کا بھی کامل تردید و انہیں سے بھرپور ابطال کیا گیا ہے جن کے جواب سے ابن رشد خاموش رہے اور کسی نے پورے طور پر ان کا بطلان واضح کرنے کی ہمت نہ کی یا غلط و یکسر اس کی طرف توجہ نہ دی۔" (۳۸)

؎ کتاب میرٹھ سے حضرت علامہ صدر العلماء غلام جیلانی میرٹھی (متوفی ۱۹۷۸ء) کی زیرِ نگرانی ۱۹۵۰ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

حواشی و حوالے

(۱) نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبد الحی رائے بریلوی (۸/۳۸) دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۹۷۰ء

(۲) التجلیل المعتمد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۳) امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی ص ۸۹، دہلی ۱۹۸۵ء

(۴) تعارف امام احمد رضا ص ۶، الٰہ آباد ۱۹۸۳ء

(۵) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص ۹۰، الٰہ آباد طبع ششم ۱۹۸۱ء

(۶) تہذیب الاخلاق علی گڑھ۔ جنوری ۱۹۸۷ء ص ۹۵

(۷) علی گڑھ میگزین۔ ص ۳۳، ۸۲-۱۹۸۵ء

(۸) قرآن حکیم کے اردو تراجم۔ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف الدین۔ ص ۳۰۱، بمبئی ۱۹۸۳ء

(۹) افراب الفضل۔ عزیز جنگ بہادر۔ ص ۱۳۵، حیدر آباد ۱۳۳۳ھ

(۱۰) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔ میر غلام علی آزاد۔ ص ۴۹

(۱۱) تفسیر بیضاوی۔ قاضی بیضاوی۔ ص ۹، مطبوعہ ۱۳۵۸ھ

(۱۲) مقدمہ ابن خلدون۔ بیروت ۱۹۶۱ء

(۱۳) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔ ص ۲۱

(۱۴) شمس المعارف۔ احمد بن علی البونی۔ مطبوعہ اشاعت اسلام دہلی

(۱۵) افراب الفضل۔ عزیز جنگ بہادر۔ ص ۴۰

(۱۶) آب حیات۔ محمد حسین آزاد۔ ص ۵۳، لکھنؤ ۱۹۸۱ء

(۱۷) آبِ حیات۔ محمد حسین آزاد۔ ص ۲۱
(۱۸) فتاویٰ امام احمد رضا۔ ص ۴۹
(۱۹) تذکرہ اکمل۔ ص ۴۳
(۲۰) تذکرہ اکمل۔ ص ۵۲
(۲۱) تذکرہ علمائے اہلسنت۔ مولانا محمود احمد رضوی۔ ص ۳۲۔ کانپور ۱۳۹۱ھ
(۲۱/ا) جنگ کراچی ۵ مئی ۱۹۸۳ء
(۲۱/ب) اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی۔ مولانا عبدالحکیم خاں اختر۔ لاہور ۱۹۸۹ء۔ ص ۳
(۲۱/ج) حیات صدر الافاضل۔ مفتی غلام معین الدین۔ لاہور۔ ص ۱۷
(۲۲) الملفوظ۔ مولانا احمد رضا بریلوی۔ مرتب مفتی محبوب علی۔ حصہ سوم
ریاست پٹیالہ ۱۳۳۲ھ
(۲۳) سورۃ المجادلہ آیت ۲۲
(۲۴) سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدر الدین احمد۔ ص ۹۹ طبع سکھر ۱۹۸۳ء
(۲۵) میلاد شریف۔ مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۳۰ مطبوعہ ۱۹۸۳ء
(۲۶) سورۃ الانسان آیت ۱۵
(۲۷) اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی۔ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری۔ ص ۸ طبع لاہور
۱۹۸۶ء
(۲۸) فتاویٰ رضویہ۔ مولانا احمد رضا خاں۔ ۱۹۹
(۲۹) علمائے کرام کا مقام۔ مولانا غلام رسول سعیدی۔ لاہور ۱۹۷۸ء
(۳۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ
(۳۱) قرآن حکیم کے اردو تراجم۔ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین۔ ص ۳۳۳
(۳۲) امام احمد رضا بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۳۹
(۳۳) امام احمد رضا بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۳۹

(۳۴) انوار رضا، ص ۱۵۳، لاہور، ۱۳۹۷ھ

(۳۵) انڈیا میگزین۔ مرتبہ ضیاء الدین ڈیسائی، علی گڑھ۔ ص ۷، ۱۹۸۵ء

(۳۶) الاعظم کراچی، ۲۸ ستمبر ۱۹۷۵ء جلد ۲۳ شمارہ ۳، ص ۷۷

(۳۷) فلسفہ اور اسلام (مقالہ شیخ محمود علی خاں) مطبوعہ لاہور، امام احمد رضا، ص ۳

(۳۸) معارف اعظم گڑھ، فروری ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۵

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار ونظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علماء اہلسنت وجماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج واشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر ودانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار ہوگا۔